فکریات

انفرادی تہذیب اقبالؒ کی نظر میں

ڈاکٹر مظفر حسن ملک

لبالب شیشۂ تہذیبِ حاضر ہے مےَ لا سے
مگر ساقی کے ہاتھوں میں نہیں پیمانۂ اِلّا

اس میں کوئی شک نہیں کہ معاشرہ ہی افراد کے تہذیبی نصب العین، معیار اور دستور متعین کرتا ہے مگر یہ حقیقت بھی اپنی جگہ موجود ہے کہ اجتماعی معاشرتی خصوصیات، امتیازات اور معیار کو جانچنے کے لیے افراد ہی کو پرکھا اور دیکھا جاتا ہے کیونکہ معاشرہ افراد ہی کے مجموعے کا نام ہے:

یقیں افراد کا سرمایۂ تعمیرِ ملت ہے
یہی قوت ہے جو صورت گرِ تقدیرِ ملت ہے [سے]

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارا! [ئے]

یہ سوال کہ ایک مہذب آدمی کسے کہتے ہیں ایک طویل جواب کا متقاضی ہے مگر اختصار کے ساتھ عام فہم زبان میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ شخص جو اپنی گفتگو، رہن سہن اور عام رویے میں بھلا معلوم ہوتا ہو جو زیب تن لباس پہننا ہو اس کی وضع قطع خوشگوار ہو اور دلکش عادات و اطوار کا مالک ہو مہذب کہلاتا ہے۔ اس جواب کو اگر مزید مختصر کر کے بیان کرنا مقصود ہو تو اس کی صورت کچھ اس طرح ہوگی کہ شخصی اور انفرادی تہذیب کو جانچنے کے لیے دو پیمانے ہیں ایک "حسنِ ذوق" اور دوسرا "احسن عمل" اور دونوں لازم و ملزوم ہیں اس سے پیشتر "قولِ صالح" اور "عملِ صالح" کا ذکر ہو چکا ہے۔ قرآن حکیم میں "ایمان" کے ساتھ بھی "احسن عمل" کو مربوط کیا گیا ہے اور "عمل صالح" کی جگہ "احسن عملاً" کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے ان تمام اصطلاحات سے مراد ایک ہی ہے۔

ان الذین امنوا وعملوا الصلحت انا لا نضیع اجر من احسن عملاً ہ
وہ لوگ جو مان لیں اور نیک عمل کریں، تو یقیناً ہم نیک لوگوں کا اجر ضائع نہیں کرتے [ئے]

ساقیٔ ارباب ذوق، فارس میدان شوق
بادہ ہے اس کا رحیق، تیغ ہے اس کی اصیل
مرد سپاہی ہے وہ اس کی زرہ لا الٰہ!
سایۂ شمشیر میں اس کی پنہ لا الٰہ! ؎

اے حلقۂ درویشاں وہ مرد خدا کیسا!
ہو جس کے گریباں میں ہنگامۂ رستاخیز
جو ذکر کی گرمی سے شعلے کی طرح روشن
جو فکر کی سرعت میں بجلی سے زیادہ تیز ؎

قرآن حکیم نے انفرادی اخلاق کا ایک معیار مقرر کر دیا: فقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوۃ حسنۃ۔ درحقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسولؐ میں ایک بہترین نمونہ تھا۔ ؎

دوسری جگہ فرمایا: وانک لعلیٰ خلق عظیم ؎ (اور بے شک آپؐ اخلاق کے بڑے مرتبے پر ہیں) اسی لیے کہ آپ ہدایت خلق کا کام بھی کر رہے اور اس سلسلے میں بے شمار تکالیف بھی برداشت کر رہے ہیں۔ ایک کمزور اخلاق کا آدمی ایسا عظیم الشان کارنامہ سرانجام نہ دے سکتا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ ان کی امت کے متعلق بھی فیصلہ سنا دیا گیا کہ:

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر وتؤمنون باللّٰہ ۰ (اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت و اصلاح کے لیے میدان میں لایا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو، اور اللہؐ پر ایمان رکھتے ہو) ؎

مومنین کی صفات بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وعباد الرحمٰن الذین یمشون علی الارض ھونا واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما ۰ والذین یبیتون لربھم سجدا وقیاما ۰ والذین یقولون ربنا اصرف عنا عذاب جھنم ان عذابھا کان غراما ۰ انھا ساءت مستقرا ومقاما ۰ والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذالک قواما ۰ والذین لا یدعون مع اللّٰہ الٰھا اخر ولا یقتلون النفس التی حرم اللّٰہ الا بالحق ولا یزنون ومن یفعل ذالک یلق اثاما ۰

انفرادی تہذیب، اقبالؒ کی نظر میں

ترجمہ: رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر سکنت کے ساتھ چلتے ہیں اور جب اُن سے جاہل لوگ بات کرتے ہیں تو رفع شر کی بات کہہ دیتے ہیں اور جو راتوں کو اپنے پروردگار کے آگے سجدہ اور قیام میں لگے رہتے ہیں اور جو دعائیں مانگتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم سے عذاب جہنم کو دور رکھو بیشک جہنم بُرا ٹھکانہ اور برا مقام ہے اور جب وہ خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے ہیں نہ بخل سے کام لیتے ہیں۔ اور ان سے خرچ کرنا اس کے درمیان اعتدال سے ہوتا ہے اور اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے اور جس جان کو اللہ نے قابلِ حرمت رکھا ہے اسے ہلاک نہیں کرتے مگر ہاں حق پر۔ اور زنا نہیں کرتے جو شخص ایسے کام کرے گا اسے سزا سے سابقہ پڑے گا۔[9]

اہلِ ایمان کے لیے یہ بھی حکم ہے

ولا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين ○

ترجمہ: دل شکستہ نہ ہو غم نہ کرو تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔[10]

والذين في اموالهم حق معلوم ○ للسائل والمحروم ○

جن کے مالوں میں سائل اور محروم کا ایک مقرر حق ہے۔[11]

ثم كان من الذين امنوا وتواصوا بالصبر وتواصوا بالمرحمة ○

پھر یہ کہ آدمی ان کے ساتھ شامل ہو جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر اور خلقِ خدا پر رحم کی تلقین کی۔[12]

ان اكرمكم عند الله اتقكم ط

تم میں سب سے معزز وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے پرہیزگار ہے۔[13]

انسانِ کامل

پچھلے باب میں ایک آیۂ قرآنی "صبغة الله ومن احسن من الله صبغة ونحن له عبدون ○ اللہ کا رنگ اختیار کرو اور اس کے رنگ سے اچھا اور کس کا رنگ ہو گا اور ہم اسی کی بندگی کرنے والے لوگ ہیں۔[14] اس کی تشریح میں سید سلیمان ندوی کا ایک طویل اقتباس بھی دیا جا چکا ہے، علامہ بھی عبدالکریم الجیلی[15] کے حوالے سے لکھتے ہیں: "انسانِ کامل یا مردِ مومن کی زندگی جو آئینِ الٰہی کے مطابق ہوتی ہے، فطرت کی عام زندگی میں شریک ہو جاتی ہے اور اشیا کی حقیقت کا راز اس کی ذات پر منکشف ہو جاتا ہے۔ اس منزل پر پہنچ کر انسانِ کامل عرض کی حدود سے نکل کر جوہر کے دائرے میں داخل ہو جاتا ہے اور اس کی آنکھ خدا کی آنکھ، اس کا کلام خدا کا کلام اور اس کی زندگی خدا کی زندگی بن جاتی ہے۔"[16]

اسی خیال کو علامہ نے بالِ جبریل میں ذرا وضاحت سے منظوم کیا ہے۔

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں کارکشا کارساز
خاکی و نوری نہاد بندۂ مولا صفات
ہر دو جہان سے غنی اس کا دلِ بے نیاز [17]

سورۃ البلد کی آیہ ۱۷، اوپر درج کی ہے کہ مومنین کی صفات یہ ہیں کہ وہ ایک دوسرے کو صبر کی اور رحم کی تلقین کرتے ہیں۔ صبر کا ایک مطلب برداشت ہے اور دوسرا قناعت یعنی کم و بیش کی پرواہ کے بغیر خواہشات کو دبا کر نظم و ضبط کے ساتھ زندگی بسر کرنا:

اس کی امیدیں قلیل اس کے مقاصد جلیل
اس کی ادا دلفریب اس کی نگہ دل نواز

یہ ادائے دلفریب، بالکل وہی ہے جس کا اس عنوان کے آغاز میں "حسنِ ذوق اور حسنِ عمل" کے نام سے ذکر کیا گیا تھا جسے قرآنی اصطلاح میں "احسن عملاً" سے موسوم کیا گیا ہے۔

نرم دمِ گفتگو، گرم دمِ جستجو
رزم ہو یا بزم ہو پاک دل و پاکباز
نقطۂ پرکارِ حق مردِ خدا کا یقیں
اور یہ عالم تمام وہم و طلسم و مجاز [18]

سورۂ آلِ عمران کی آیہ ۱۳۹ جو اوپر درج کی گئی ہے اس میں مردِ مومن کو بشارت دی گئی ہے کہ وہ نہ تو دل شکستہ ہو اور نہ ہی غم کھائے بالآخر کامیابی و کامرانی اسی کا مقدر ہے

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
ولایت، پادشاہی، علمِ اشیاء کی جہانگیری
یہ سب کیا ہیں فقط اک نکتۂ ایماں کی تفسیریں [19]

سورۃ الحجرات کی آیہ ۱۳ میں جس کا اندراج اوپر کیا گیا ہے اس میں مساواتِ انسانی کا درس دیا گیا ہے اور باعثِ اعزاز و اکرام محض شخصی کردار یعنی تقویٰ کو قرار دیا ہے:

تمیزِ بندہ و آقا فسادِ آدمیت ہے
حذر اے چیرہ دستاں سخت ہیں فطرت کی تعزیریں [20]

سورۃ الفرقان کا ایک طویل اقتباس اوپر دیا گیا جس میں مردِ مومن کی مندرجہ ذیل صفات کا ذکر ہے:

(۱) رفتار میں مسکنت (۲) رفعِ شر (۳) قیام و سجود (۴) دعا (۵) اسراف و بخل سے پرہیز اور

اعتدال (۴) شرک سے اجتناب (۵) رحم (۶) حدود اللہ کی پابندی اور فواحش سے اجتناب

مندرجہ بالا طویل اقتباس کے اوپر تین آیات قرآنی مزید دی گئی ہیں جن کا مطلب یہ ہے کہ نمونۂ اخلاق اور مجسم تہذیب، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہے۔ وہی ایک ذات ہے جس میں اخلاقِ الٰہی کا پرتوِ کامل نظر آتا ہے۔ اللہ کے ہاں عجز نہیں ہوتا۔ وہ عجز کا خالق تو ہے مگر ایسی کسی ہستی کا وجود نہیں جس کے سامنے وہ خالق اکمل واجب الوجود، قادرِ مطلق عجز کا اظہار کرے۔ یہ ایک اضافی اخلاقی صفت ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہے ان قرآنی آیات کی روشنی میں ہم علامہ کے کلام کا مطالعہ کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ موصوف نے اکثر حالات میں صرف آیاتِ قرآنی ہی کے ترجمے اور تفسیر سے اکتساب کیا ہے۔ اور جہاں کہیں تجاوز کیا ہے وہاں احادیث اور بزرگانِ دین اور صوفیائے کرام کے کلام سے استفادہ کیا ہے؛

اس سے اس غلط فہمی کا ازالہ ہو جاتا ہے کہ اقبال نے 'انسانِ کامل' کا تصور نٹشے سے لیا ہے یا اقبال کے 'انسانِ کامل' اور نٹشے کے 'فوق البشر' میں کوئی مماثلت ہے حالانکہ یہ واضح فرق دونوں میں موجود ہے کہ اقبال کا انسانِ کامل اسلام کے عائد کردہ قوانین اور اقدارِ اخلاق کا قائل ہے۔ جبکہ نٹشے کا فوق البشر ایک لاقانون، اندھی اور بے لگام قوت کے سوا اور کچھ بھی نہیں اس مسئلے پر مفصل بحث پچھلے ابواب میں کی جا چکی ہے

(۱) رفتار میں مسکنت: (توازنِ عمل)

رفتار، گفتار اور کردار کا باہم گہرا تعلق ہے۔ رفتار محض چال ڈھال کا نام نہیں بلکہ ایک اسلوبِ حیات ہے اوپر دی گئی آیات قرآنی جن میں مومنین کے طرزِ عمل میں رفتار کی مسکنت کا ذکر بطورِ صفتِ اول کے آیا ہے، فی الحقیقت عمومی انسانی رویے کی نشاندہی کر رہی ہیں۔ یعنی مہذب لوگ (مومن) تکبر کے ساتھ اینٹھتے اور اکڑتے ہوئے نہیں چلتے۔ ایسا مظاہرہ بالعموم غنڈے اور بدمعاش کرتے ہیں کہ وہ ایسے انداز سے چلتے ہیں جس سے یہ ظاہر ہو کہ وہ غیر معمولی طور پر طاقتور ہیں تاکہ عوام اُن سے مرعوب رہیں۔

نرم چال سے مراد مریضانہ چال بھی نہیں، بلکہ یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ 'مومن' ایک شریف الطبع، حلیم، شریف اور نیک مزاج شخصیت کا مالک ہوتا ہے وہ اپنے آپ کو مابہ الامتیاز شخصیت بنا کر پیش نہیں کرتا جس سے کم حوصلہ اور ہلکے پن کی حامل نفسیاتی کیفیت کا اظہار ہو۔

"مگر غور طلب پہلو یہ ہے کہ آدمی کی چال میں آخر وہ کیا اہمیت ہے کہ جس کی وجہ سے اللہ کے نیک بندوں کی خصوصیات گنا تے ہوئے سب سے پہلے اسی کا ذکر کیا گیا۔ اس سوال کو اگر تامل کی نگاہ سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آدمی کی چال محض اس کے اندازِ رفتار ہی کا نام نہیں، بلکہ درحقیقت وہ اس کے ذہن کی اور اس کی سیرت و کردار کی اولین ترجمان بھی ہوتی ہے۔" [۴۲]

ایک صورت تو یہ ہے کہ کوئی آدمی اتنا غافل ہو کر کاروانِ حیات آگے نکل جائے اور وہ خواب

غفلت ہی سے بیدار نہ ہو سکے

گرم فغاں ہے جرس اُٹھ کہ گیا قافلہ
وائے وہ رہرو کہ ہے منتظرِ راحلہ! [۲۲]

ایسا شخص آرزوئے حیات اور کشمکش زندگی کے حقائق سے بے بہرہ اس انتظار میں ہوتا ہے کہ کوئی اس سے کہے

سفر زندگی کے لیے برگ و ساز
سفر ہے حقیقت حضر ہے مجاز [۲۳]

تاروں کی فضا ہے بیکراں
تو بھی یہ مقامِ آرزو کر [۲۴]

ہر اک مقام سے آگے گزر گیا مہِ نو
کمال کس کو میسر ہوا ہے بے تگ و دو [۲۵]

راز ہے راز ہے تقدیرِ جہانِ تگ و تاز
جوشِ کردار سے کھل جاتے ہیں تقدیر کے راز
جوشِ کردار سے شمشیرِ سکندر کا طلوع
کوہِ الوند ہوا جس کی حرارت سے گداز
جوشِ کردار سے تیمور کا سیلِ ہمہ گیر
سیل کے سامنے کیا شے ہے نشیب اور فراز
صفِ جنگاہ میں مردانِ خدا کی تکبیر
جوشِ کردار سے بنتی ہے خدا کی آواز
ہے مگر فرصتِ کردار نفس یا دو نفس
عوضِ یک دو نفس قبر کی شبِ ہائے دراز [۲۶]

علامہ نے کردار کے مضمون کو کئی جگہ اور کئی مختلف اسالیب سے بیان کیا ہے۔ مثلاً

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

رفتار کے حوالے سے صرف شخصی کردار ہی کی بات نہیں ہوتی کیونکہ جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ زندہ اقوام ایک جگہ پر منجمد ہو کر نہیں رہ جاتیں، بلکہ سرعت رفتار سے کارزارِ حیات میں آگے بڑھتی رہتی ہیں اور مسابقت کے لیے جد و جہد کا عمل متواتر جاری رہتا ہے جو اقوام اس دوڑ میں پیچھے رہ جاتی ہیں انہیں کے

ہے "پس ماندہ" کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے علامہ اپنی قوم کے لیے یہ حالت پسند نہیں کرتے (وہ سفر کو وسیلۂ ظفر سمجھتے ہیں) چنانچہ کہتے ہیں ؎

ہر اک مقام سے آگے مقام ہے تیرا
حیات ذوقِ سفر کے سوا کچھ اور نہیں ۵۳

یہی مضمون ان اشعار میں بھی ادا کیا ہے :

کیوں تعجب ہے مری صحرا نوردی پر تجھے
یہ تکا پوئے دمادم زندگی کی ہے دلیل
اے رہینِ خانہ تو نے وہ سماں دیکھا نہیں
گونجتی ہے جب فضائے دشت میں بانگِ رحیل
ریت کے ٹیلے پہ وہ آہو کا بے پروا خرام
وہ حضر بے برگ و ساماں وہ سفر بے سنگ و میل
وہ نمودِ اخترِ سیماب پا ہنگامِ صبح
یا نمایاں بامِ گردوں سے جبینِ جبرئیل
تازہ ویرانے کی سودائے محبت کو تلاش
اور آبادی میں تو زنجیریِ کشت و نخیل
پختہ تر ہے گردشِ پیہم سے جامِ زندگی
ہے یہی اے بے خبر رازِ دوامِ زندگی ! ۵۴

۲۔ رفع شر

یہاں جاہل سے مراد صرف ان پڑھ نہیں بلکہ اس سے مراد "لغو گو" ہے جیسا کہ ایک دوسری جگہ ارشاد ہوا ہے :

واذا سمعوا اللغو اعرضوا عنه وقالوا لنا اعمالنا ولكم اعمالكم سلٰمٌ عليكم لا نبتغي الجٰهلين ۔

اور جب انھوں نے بے ہودہ بات سنی تو یہ کہہ کر اس سے کنارہ کش ہو گئے کہ ہمارے اعمال ہمارے لیے اور تمہارے اعمال تمہارے لیے تم کو سلام ہے۔ ہم جاہلوں کا سا طریق اختیار نہیں کرنا چاہتے۔ اہلِ لغت نے 'نادان' بھی جاہل کے معانی میں شامل کیا ہے۔ مراد اس سے لغو گو ہی ہے کیونکہ اس کی زبان کے شر سے کوئی محفوظ نہیں رہتا۔ اس سے مراد برا ماحول بھی ہے جسے علامہ نے "غارت گردیں"

کہا ہے بت

غارت گرِ دیں ہے یہ زمانہ
ہے اس کی نہاد کافرانہ [۳۰]

مومن پہ ہیں گراں یہ شب و روز
دین و دولت قمار بازی!
ناپید ہے بندۂ عمل مست
باقی ہے فقط نفس درازی [۳۱]

وہی جواں ہے قبیلے کی آنکھ کا تارا
شباب جس کا ہے بے داغ ضرب ہے کاری [۳۲]

'جہل' سے مراد 'شر' عین اس محاورہ' زبان کے مطابق ہے جس کی رو سے ابوالحکم، عمرو بن ہشام بن المغیرہ کو 'ابوجہل' کا خطاب پُرعتاب ملا۔ علم کے مقابلے میں جہل کی جگہ "طغی" بھی استعمال ہوا ہے: جیسا کہ ا علم الانسان ما لم یعلم ٥ کلا ان الانسان لیطغیٰ ٥ انسان کو وہ علم دیا جسے وہ نہ جانتا تھا مگر ایسا ہے کہ انسان سرکشی کرتا ہے [۳۳] اقبال نے سرکشی کو اوپر والے شعر میں 'نفس درازی' کہا ہے

'جاوید نامہ' میں ایک نظم 'طاسین محمدؐ' کے عنوان سے ہے۔ اس کا ذیلی عنوان ہے "نوحہ روحِ ابوجہل در حرم کعبہ: اس نظم میں ابوجہل کو صرف یہ شکایت ہے کہ دینِ محمدؐ میں ملک و نسب، فضلِ عرب اور لات و منات کی بندگی کو منع کر کے عوام کو صراطِ مستقیم کی طرف لگا دیا گیا ہے اور مساوات کا درس دیا گیا ہے

سینۂ ما از محمدؐ داغ داغ
از دمِ او کعبہ را گل شد چراغ
از ہلاکِ قیصر و کسریٰ سرود
نوجواناں را ز دستِ ما ربود
پاش پاش از ضربتش لات و منات
انتقام از وے بگیر اے کائنات [۳۴]

جاہلوں کا طریق نخوگوئی اور شر ہے جس سے پرہیز کے لیے کہا گیا ہے۔

۲۔ <u>قیام و سجود</u> قیام و سجود کو نماز ہی کے اصطلاحی معانی میں استعمال کیا ہے جیسا کہ سورۃ دہر

میں ارشادِ ربانی ہے: "ومن الیل فاسجد له وسبحه لیلاً طویلا" (رات کو اس کے حضور سجدہ کرو اور رات گئے تک اس کی تسبیح کرتے رہو)[۳۵]

قرآنِ حکیم کے عمومی طرزِ بیان کے مطابق کفار کے مقابلے میں صبر و ثبات کے بعد نماز کا حکم بھی آیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ نظم و ضبط اور قوت جس کی میدانِ جنگ میں یا انفیاتی جنگ میں ضرورت ہوتی ہے، اس کے حصول کا بہترین ذریعہ نماز ہی ہے جیسا کہ علامہ نے اس کی وضاحت کی ہے:

لازم تسلیم و رضا آموزدش
در جہاں مثلِ چراغ افروزدش
بندۂ درماندہ را گوید کہ خیز
ہر کُہن معبود را کُن ریز ریز
مردِ حق! افسونِ این دیر کہن
از دو حرف رَبّیَ الاَعلیٰ شکن[۳۶]

نماز کے لیے صلوٰۃ کی اصطلاح بھی استعمال ہوئی ہے جس کے لغوی معانی ہیں، دعا، تسبیح، استغفار، رحمت، ثنا، اور طلبِ رحم۔ جیسا کہ فرمایا: "ومن یؤمن باللہ والیوم الاخر ویتخذ ما ینفق قربت عند اللہ وصلوٰت الرسول" (جو اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتے ہیں اور اُسے اللہ کے ہاں تقرب کا اور رسولؐ کی طرف سے دعائیں لینے کا ذریعہ بناتے ہیں)[۳۷] قرآنِ حکیم میں یہ لفظ تقریباً سو دفعہ آیا ہے اور مندرجہ بالا معانی میں مختلف جگہ پر استعمال ہوا ہے۔ نماز کے ساتھ قیام کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے۔ "قل لعبادی الذین یقیموا الصلوٰۃ" (میرے ایماندار بندوں سے کہہ دیجئے کہ وہ نماز قائم کریں)[۳۸] "اقم الصلوٰۃ لذکری" (میری یاد کے لیے نماز قائم کرو)[۳۹]

نماز کا ایک اپنا فلسفہ ہے ایک تو وہی نظم و ضبط اور حصولِ قوت، جیسا کہ اوپر بیان ہوا دوسرے وہ جس کا لازمی نتیجہ اطمینان اور سکون ہے۔ "واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ" (صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو)[۴۰] دوسرے نماز کردار کی تربیت اور تصفیہ میں مددگار ہوتی ہے "واقم الصلوٰۃ ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشآء والمنکر" (نماز پڑھتے رہو، بے شک نماز بے حیائی اور بُرائی کے کاموں سے روکتی ہے۔)

علامہ سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے کہ نماز کے تمدنی اور معاشرتی فوائد بے شمار ہیں۔ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اخلاق و تمدن و معاشرت کی جتنی اصطلاحیں وجود میں آئیں ان کا بڑا حصہ نماز کی بدولت حاصل ہوا۔ اسی کا اثر ہے کہ اسلام نے ایک ایسے بدوی، وحشی اور غیر متمدن ملک کو جس کو پہننے اور اوڑھنے کا بھی سلیقہ نہ تھا چند سال میں ادب و تہذیب کے اعلیٰ معیار پر پہنچا دیا۔"[۴۱]

نماز با جماعت میں جو مساوات انسانی کی عملی مشق کروائی گئی ہے اس کی علامہ نے کتنی عمدہ تصویر کشی ہے :

آگیا عین لڑائی میں اگر وقت نماز
قبلہ رُو ہو کے زمیں بوس ہوئی قوم حجاز
ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز
بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے [۱۲]

نماز میں جب سورۂ اخلاص کی تلاوت کی جاتی ہے اور آدمی "توحید وجودی" کا اقرار کرتا ہے تو ماسوی اللہ کا وجود اس کے ذہن سے مٹ جاتا ہے اور سورۂ فاتحہ میں جو ایاک نعبد و ایاک نستعین o (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں) کا وعدہ کیا تھا اس کی تصدیق ہو جاتی ہے اسی لیے علامہ نے کہا ہے :

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات [۱۳]

ارج می گیرد از و نا ارجمند
بندہ را از سجدہ سازد سربلند [۱۴]

۴ دُعا

صلوٰۃ کے معانی میں دعا کا مفہوم بھی شامل ہے ، علامہ نے اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے :

"دعا خواہ انفرادی ہو یا اجتماعی ضمیر انسانی کی اس نہایت درجہ پوشیدہ آرزو کی ترجمان ہے کہ کائنات کے ہولناک سکوت میں وہ اپنی پکار کا کوئی جواب سنے ۔ یہ انکشاف و تجسس کا وہ عدیم المثال عمل ہے جس میں طالب حقیقت کے لیے نفئ ذات ہی کا لمحہ اثبات ذات کا لمحہ بن جاتا ہے اور جس میں وہ اپنی قدر و قیمت سے آشنا ہو کر بجا طور پر سمجھتا ہے کہ اس کی حیثیت کائنات کی زندگی میں سچ مچ ایک فعال عنصر کی ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ نفس انسانی کی اس روش کے پیش نظر جو دعا میں اختیار کی جاتی ہے اسلام نے صلوٰۃ میں نفی و اثبات دونوں کی رعایت ملحوظ رکھی ۔" [۱۵]

مندرجہ بالا اقتباس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ علامہ عبادت کو ایک ذاتی اور نفسیاتی تجربہ سمجھتے ہیں جو یکطرفہ نہیں بلکہ دو طرفہ ابلاغ و ترسیل کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے ۔ چنانچہ اس تجربے کی تصویر کشی ان اشعار

میں کہا ہے:۔ (اِنّہٗ سمیعٌ قریبٌ)

افلاک سے آتا ہے نالوں کا جواب آخر
کرتے ہیں خطاب آخر اُٹھتے ہیں حجاب آخر
احوالِ محبت میں کچھ فرق نہیں ایسا
سوز و تب و تاب اوّل سوز و تب و تاب آخر
خلوت کی گھڑی گزری جلوت کی گھڑی آئی
چھٹنے کو ہے بجلی سے آغوشِ سحاب آخر
تھا ضبط بہت مشکل اس سیلِ معانی کا
کہہ ڈالے قلندر نے اسرارِ کتاب آخر [illegible]

۵. اعتدال

اس موضوع پر مفصل بحث، باب سوم "معاشیات اور ثقافت" کے زیرِ عنوان کی جا چکی ہے۔ آیاتِ مذکورہ بالا میں اسراف اور بخل دونوں سے پرہیز کرنے کو کہا گیا ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ من فقہ الرجل قصدہ فی معیشتہ، یعنی اپنی معیشت میں توسط اختیار کرنا آدمی کے دانا ہونے کی علامت ہے جس میں نہ تو اسرافِ بے جا ہو اور نہ ہی کنجوسی کا مظاہرہ۔ اسلام نے ہمیشہ درمیانی راہ کو پسند کیا ہے:

کمال صدق و مروت ہے زندگی ان کی!
معاف کرتی ہے فطرت بھی ان کی تقصیریں!
قلندرانہ ادائیں سکندرانہ جلال!
یہ امتیں ہیں جہاں میں برہنہ شمشیریں

ہم لوگ تقریبات پر بے دریغ اور بے مقصد خرچ کر دیتے ہیں اسی کے حوالے سے یہ کہا ہے ؎

شکوہ عید کا منکر نہیں ہوں میں لیکن
قبولِ حق ہیں فقط مردِ حُر کی تکبیریں [illegible]

اعتدال، عدل ہی سے بنا ہے۔ عدل کے معانی میں انصاف اور دادرسی کے علاوہ اس میں توازنِ حیات کے معانی بھی شامل ہیں جس سے مراد "صراطِ مستقیم" اور "انسانی مساوات" (معاشی اور معاشرتی مساوات) شامل ہیں۔ علامہ نے جوابِ شکوہ میں اس کو دونوں معانی میں استعمال ہے:

عدل ہے فاطرِ ہستی کا ازل سے دستور
مُسلم آئیں ہوا کافر تو ملے حُور و قصور
(انصاف ، عدالت) [49]

دم تقریر تھی مُسلم کی صداقت بے باک
عدل اس کا تھا قوی لوثِ مراعات سے پاک
(مساوات و سماجی انصاف) [50]

'حیدری فقر' اور 'دولتِ عثمانی' کو بطور علامات استعمال کر کے مزید وضاحت کی ہے ؎

حیدری فقر ہے ، نے دولتِ عثمانی ہے
تم کو اسلاف سے کیا نسبتِ روحانی ہے [51]

۱۷۔ شرک سے اجتناب

شرک توحید کی ضد ہے وہ امور جن کا بیان 'توحید' کے زیرِ عنوان ہوا ہے ، ان کے برعکس عمل کو شرک کہنا چاہیے۔ بکلمہ 'شرک' کے لغوی معنی ہیں 'ساجھی بنانا' اصطلاحی اور مرادی معانی ہیں "ذاتِ حق میں کسی اور کو شریک کرنا" ویعبدون من دون الله ما لا یضرھم ولا ینفعھم : اور یہ لوگ خدا کے سوا ایسی اشیا کی پرستش کرتے ہیں جو نہ تو ان کا کچھ بگاڑ سکتی ہیں اور نہ ہی نفع پہنچا سکتی ہیں [52] خداوند قدوس و برتر کے علاوہ کسی اور کو مدد کے لیے پکارنا بھی شرک ہے ذٰلک بان الله ھو الحق وان ما یدعون من دونه الباطل وان الله ھو العلی الکبیر ۔ اللہ ہی حق ہے اور اسے چھوڑ کر جن دوسری چیزوں کو یہ لوگ پکارتے ہیں ۔ وہ سب باطل ہیں اور اللہ ہی بزرگ و برتر ہے [53]

علامہ نے مردانِ خدا کے متعلق کہا ہے :

وجود انہیں کا طوافِ بُتاں سے ہے آزاد [54]

'حق و باطل' کے تقابل کا جو مضمون مندرجہ بالا آیۂ قرآنی میں بیان ہوا ہے ، اُسے علامہ نے کس خوبصورتی سے مندرجہ ذیل شعر میں ادا کیا ہے ؎

باطل دُوئی پسند ہے ، حق لاشریک ہے
شرکتِ میانۂ حق و باطل نہ کر قبول ! [55]

مُشرک کو اللہ تعالیٰ نے ناپاک اور پلید کہا ہے : انما المشرکون نجس (مُشرک تو پلید ہیں) [56]

'شرک' اسلام کے فلسفہ اخلاق میں ایک وسیع تر اصطلاح ہے۔ ریاکاری، غرور و انانیت، خود پرستی کو بھی شرک خفی کی اصطلاح سے یاد کیا گیا ہے۔ "جس طرح صوفیوں کے نزدیک اخلاص سے مراد یہ ہے کہ "صرف خدا کے ہو جائیں" اسی طرح لفظ 'شرک' سے مراد یہ ہوتی ہے کہ کامل اخلاص کے ساتھ صرف خدا کا ہو جانے میں کوئی چیز مانع ہو جائے بجز نفس پر یہ خطرہ گزرنا کہ وہ کسی چیز کا مالک ہے، یا یہ کہ وہ بذات خود کوئی قدر و قیمت رکھتا ہے، یہ بھی شرک خفی ہے"۔

علامہ تو غیر اللہ سے سوال کرنا بھی عیب سمجھتے ہیں:

از سوال افلاس گردد خوار تر
از گدائی گریہ گرنادار تر!
از سوال آشفتہ اجزائے خودی
بے تجلی نخل سینائے خودی ؎۵۵

علامہ نے 'توحید' کی تشریح کرتے ہوئے 'شرک' کی طرف بھی اشارات کیے ہیں، اور ملت کے اندر افتراق و انتشار کو بھی 'دوئی' قرار دیا ہے:

ما بکے سازاز دوئی بردار رخت
وحدت خود را مگرداں لخت لخت
اے پرستار یکے بگزر تو توئی!
تا کجا باشی سبق خوان دوئی ؎۵۶

عالم اسباب پر قناعت اور بھروسہ حصول مقصد کی راہ میں رکاوٹ بن سکتا ہے۔ اس سے 'جوش عمل' میں نقص اور خودداری میں ضعف آتا ہے۔ اگر اسباب ہتھیاروں کا کام دیتے ہیں لیکن ان کی غیر معتدل خواہش راستہ بھی روک لیتی ہے اور انسان حصول اسباب کے ہاتھ پھیلانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اور 'بے نیازی' جو کہ 'مردِ مومن' کی شان ہے اُس سے محروم ہو کر اپنا مقام کھو دیتا ہے:

بندۂ حق بندۂ اسباب نیست
زندگانی گردش دولاب نیست
مسلم استی بے نیاز از غیر شو
اہل عالم را سراپا خیر شو
پیش منعم شکوۂ گردوں مکن
دست خویش از آستیں بیروں مکن

چوں علیؓ در ساز با نانِ شعیر
گردنِ مرحب شکن خیبر بگیر
منت از اہلِ کرم بردن چرا
نشترِ لاؤ نعم خوردن چرا [59]

یہ بندگی خدائی، وہ بندگی گدائی
یا بندۂ خدا بن یا بندۂ زمانہ [60]

مسلمانے کہ داند رمزِ دین را
نساید پیشِ غیر اللہ جبیں را
اگر گردوں بہ کامِ او نہ گردد
بکامِ خود بہ گرداند زمیں را [61]

۷۔ رحم

رحم، رحمت، مرحمت۔ اہلِ لغت کے نزدیک رقّت، نرمی، تعطف، لطف، دلجوئی، شفقت اور مغفرت کے معانی میں آتے ہیں۔ لیکن جب یہی کلمات ذاتِ باری سے منسوب ہوں، تو رزق، شفقت اور احسان مراد ہوتے ہیں

رحم 'مردِ مومن' کی بنیادی صفات میں سے ہے: ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ "اُن لوگوں میں شامل ہو جو ایمان لائے اور جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر اور رحم کی تلقین کی" [62]

مسلمانوں کے معاشرے کی یہ امتیازی خصوصیت ہے کہ وہ جذبات سے معرا، سنگدل، بے رحم اور ظالم معاشرہ ہونے کی بجائے رحیم و شفیق اور ایک دوسرے کا غمخوار اور ہمدرد اور غمخوار معاشرہ ہوتا ہے۔ رحم کو بعض صوفیا نے اللہ تعالیٰ کی بنیادی صفات میں سے قرار دیا ہے۔ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا ہے: وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ۝ ہم نے تمہیں جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔[63] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی باہم رحم و کرم کی صفت کے متعلق کئی مواقع پر حکم دیا ہے۔ بخاری اور مسلم دونوں میں ہے لَا يَرْحَمُ اللهُ مَنْ لَا يَرْحَمُ النَّاسَ۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں کرتا جو انسانوں پر رحم نہیں کھاتا۔ اسی طرح ان دونوں صحاح میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت نقل ہے کہ

(ترجمہ) "مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرتا ہے، نہ اس کی مدد سے باز رہتا ہے۔ جو شخص اپنے بھائی کی کسی حاجت کو پورا کرنے میں لگا ہو گا اللہ اس کی حاجت پوری کرنے میں لگ جائے گا۔ اور جو شخص کسی مسلمان کو کسی مصیبت سے نکالے گا اللہ تعالیٰ اسے روزِ قیامت کی مصیبتوں سے نکال دے گا۔" علامہ نے جوابِ شکوہ میں اہلِ ایمان کی اس صفت کا اس طرح بیان کیا ہے:

تم ہو آپس میں غضب ناک وہ آپس میں رحیم
تم خطاکار و خطابیں وہ خطاپوش و کریم
چاہتے سب ہیں کہ ہوں اوجِ ثریا پہ مقیم
پہلے ویسا کوئی پیدا تو کرے قلبِ سلیم
تختِ فغفور بھی ان کا تھا سریرِ کے بھی
یوں ہی باتیں ہیں کہ تم میں وہ حمیت ہے بھی [illegible]

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن [illegible]

مسلمانی غمِ دل در خریدن
چو سیماب از تپِ یاراں تپیدن
حضورِ ملت از خود در گذشتن
دگر بانگِ انا الملّت کشیدن [illegible]

۸۔ حدود اللہ

اسلام میں اخلاق کا فلسفہ تین بنیادوں پر قائم ہے (۱) حدود اللہ یعنی خدا اور مقدوس کا عائد کردہ اخلاقی نظام (۲) حقوق اللہ اور (۳) حقوق العباد

وتلک حدود اللہ ومن یتعد حدود اللہ فقد ظلم نفسہٗ اور یہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدیں ہیں جو کوئی اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرے گا وہ اپنے اوپر خود ظلم کرے گا۔[illegible] سورۂ بقرہ، آیہ ۲۲۹ میں بھی حدود اللہ کا ذکر ہے۔ دونوں مقامات پر اسلام کے معاشرتی مسائل جن میں سے زیادہ تر کا تعلق "عائلی زندگی" سے ہے، بیان کیے گئے ہیں۔

اُمومت :۔ اسلام میں معاشرے میں خاندان کو ابتدائی اکائی قرار دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم

حدیث اور فقہ میں عفت نفس پر بہت زور دیا گیا ہے، اسلامی معاشرت اور ثقافت میں زن و شو کے باہمی روابط میں اعتماد کی بنا پر خاندانی اتحاد کا تحفظ اور سکون کی بنیاد فراہم کی گئی ہے۔ علامہ کا ایک مضمون "قومی زندگی" کے عنوان سے رسالہ 'مخزن' لاہور میں شائع ہوا تھا۔ اگرچہ یہ مضمون بہت ابتدائی عہد کا ہے پھر بھی اس میں جن خیالات کا اظہار کیا گیا ہے وہ کم و بیش علامہ کی عمر آخر تک برقرار رہے:

"عورت حقیقت میں تمام تمدن کی جڑ ہے، ماں اور بیوی دو ایسے پیارے لفظ ہیں کہ تمام مذہبی اور تمدنی نیکیاں ان ہی میں مستتر ہیں۔ اگر ماں کی محبت میں حُبِ وطن اور حُبِ قوم پوشیدہ ہیں جس سے تمام نیکیاں بطور نتیجے کے پیدا ہوتی ہیں، تو بیوی کی محبت اس سوز کا آغاز ہے جس کو عشقِ الٰہی کہتے ہیں۔ پس ہمارے لیے یہ ضروری ہے کہ تمدن کی جڑ کی طرف اپنی توجہ مبذول کریں اور اپنی قوم کی عورتوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کریں۔ مگر عورت کو تعلیم دینا حقیقت میں تمام خاندان کو تعلیم دینا ہے۔ دنیا میں کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی، اگر اس قوم کا آدھا حصہ جاہل مطلق رہ جائے لیکن اس ضمن میں ایک غور طلب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا مشرقی عورتوں کو مغربی طریق کے مطابق تعلیم دی جائے یا کوئی ایسی تدبیر اختیار کی جائے جس سے ان کے شریفانہ اطوار جو مشرقی دل و دماغ کے ساتھ مخصوص ہیں قائم رہیں"........ "تعدد ازدواج کا دستور بھی اصلاح طلب ہے اس میں کچھ شک نہیں کہ اس کا جائز قرار دیا جانا ایک دقیق روحانی وجہ پر مبنی تھا اور علاوہ اس کے ابتدائی اسلام میں اقتصادی اور سیاسی لحاظ سے اس کی ضرورت بھی تھی، مگر جہاں تک میں سمجھتا ہوں، موجودہ مسلمانوں کو فی الحال اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے"........ "ہندوستان میں پردے پر زور دیا جانا اخلاقی وجوہ پر مبنی ہے...... اگر قوم کی اخلاقی حالت ایسی ہو جائے جیسی ابتدائے زمانۂ اسلام میں تھی تو اس کے زور کو بہت کم کیا جا سکتا ہے"۔

مثنوی 'رموزِ بے خودی' میں علامہ نے اس پر مزید اظہارِ خیال کیا ہے، اور ہم دیکھتے ہیں کہ زمانے کے گزرنے کے ساتھ ساتھ علامہ کے ہاں عورت کے احترام کے جذبے میں ترقی ہوتی جاتی ہے:

ملت از تکریم ارحام است و بس
ورنہ کار زندگی خام است و بس

حضرت فاطمۃ الزہرا سیدۃ النساء کو خواتین کے لیے نمونہ قرار دے کر ان کے اسوہ کی پیروی کے لیے تلقین کی گئی ہے:

آں ادب پروردۂ صبر و رضا
آسیا گردان و لب قرآں سرا
رشتۂ آئینِ حق زنجیرِ پاست
پاسِ فرمانِ جنابِ مصطفیٰؐ است

ورد گر دُز بتش گردیدے
سجدہ ہا بر خاکِ او پاشیدے ۱۳
فطرت تو جذبہ ہا دارد بلند
چشم ہوش از اُسوۂ زہرا مبند
تا حسینے شاخِ تو بار آورد
موسم پیشیں بگلزار آورد ۱۴

'ضربِ کلیم' میں 'عورت' کے زیرِ عنوان، چھوٹی چھوٹی نظمیں ہیں جن میں علیحدہ علیحدہ ذیلی عنوان یہ ہیں ، مردِ فرنگ ، ایک سوال ، پردہ ، خلوت ، عورت ، آزادیٔ نسواں ، عورت کی حفاظت ۔ عورت اور تعلیم اور دوبارۂ عورت ۔

ان تمام نظموں اور علامہ کی اس موضوع پر دیگر نظموں سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ ان کے فلسفۂ اخلاق کی بنیاد اس اسلامی نظریے پر ہے کہ خاندان کی وحدت ہی ثقافت کی بنیاد ہے ۔ تمام کے تمام سماجی معاشرے میں اس اصول کو مدنظر رکھا گیا ہے ۔

قرآن حکیم کی سورۂ نور اور احزاب میں تقریباً وہ تمام موضوعات موجود ہیں جن پر علامہ 'مستورات' کے سلسلے میں اظہارِ خیال کرتے ہیں :-

۱۔ ازواجِ مطہرات کو حکم ہوا کہ وقار کے ساتھ گھروں میں رہیں ، بناؤ سنگھار کر کے باہر نہ نکلیں ، غیر مردوں سے گفتگو کا موقع ہو ، تو دبی زبان میں گفتگو نہ کریں تاکہ کوئی غلط توقعات وابستہ نہ کرے ۔ جب باہر نکلیں تو چادر اوڑھ لیں :

قصورِ زن کا نہیں کچھ اس خرابی میں
گواہ اس کی شرافت پہ ہیں مہ و پرویں
فساد کا ہے فرنگی معاشرت میں ظہور
کہ مرد سادہ ہے بیچارہ زن شناس نہیں

رُسوا کیا اس دور کو جلوت کی ہوس نے
روشن ہے نگہ ، آئینۂ دل ہے مکدر
بڑھ جاتا ہے جب ذوقِ نظر اپنی حدوں سے
ہو جاتے ہیں افکار پراگندہ و ابتر ۱۵

۲۔ غیر مردوں کا گھروں میں داخلہ اجازت کے ساتھ مشروط کر دیا گیا

اقبالیات

۳۔ زنا کو قابل سزا جرم قرار دے کر "حدود اللہ" میں شامل کر دیا گیا اور شادی شدگان کی صورت میں "رجم" اور دیگر حالات میں سو کوڑوں کی سزا مقرر کی گئی:

۴۔ زانی عورتوں اور زانی مردوں کی عام مسلمانوں سے شادی ممنوع قرار دے دی گئی۔

۵۔ "قذف" کی دفعات کا اضافہ کیا گیا کہ اگر کوئی کسی پر زنا کی بے جا تہمت لگائے، تو اسے اس جسارت کی سزا ملے اور بے بنیاد تہمت، کو "شر" قرار دیا گیا۔

۶۔ عورت کے احترام کے لیے یہ حکم دے دیا گیا کہ کسی بے گناہ عورت پر تہمت تراشی نہ کی جائے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۙ جو لوگ پاک دامن، بے خبر مومن عورت پر تہمت تراشی کرتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی، اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ: اے نبی! مومن مردوں سے کہو کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہی ان کے لیے پاکیزہ ترین طریق ہے۔

بہل اے دخترک ایں دلبری را
مسلماں را نزیبد کافری را
منہ دل بر جمالِ غازہ پرورد
بیاموز از نگہ غارتگری را

نگاہِ تست شمشیر خدا داد
بزخمش جان ما را حق بہا داد
دلِ کامل عیار آں پاک جاں برد
کہ تیغ خویش را آب از حیا داد

علامہ کا فلسفۂ حیات صاف ستھری معاشرت کا متقاضی ہے وہ عورت کا احترام تو بہت کرتے ہیں، لیکن اس کا وہ اعلیٰ ترین منصب "امومت" قرار دیتے ہیں:

وجودِ زن سے ہے تصویرِ کائنات میں رنگ
اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوزِ دروں

شرف میں بڑھ کے ثریا سے مشتِ خاک اس کی
کہ ہر شرف ہے اسی دُرج کا دُرِ مکنوں!
مکالماتِ فلاطوں نہ لکھ سکی لیکن
اسی کے شعلے سے ٹوٹا شرارِ افلاطوں

الرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ مرد عورتوں کے لیے باعث قیام ہیں۔

قوام یا قیم اہل لغت کے نزدیک ایسے فرد کو کہتے ہیں جو کسی شخص یا ادارے کے انتظام و انصرام کا ذمہ دار ہو۔ علامہ نے اس فرمان الٰہی کے مطالب کو اس طرح منظوم کیا ہے؛

اک زندہ حقیقت مرے سینے میں ہے مستور
کیا سمجھے گا وہ جس کی رگوں میں ہے لہو سرد
نے پردہ نہ تعلیم نئی ہو کہ پرانی!!
نسوانیت زن کا نگہبان ہے فقط مرد
جس قوم نے اس زندہ حقیقت کو نہ پایا
اس قوم کا خورشید بہت جلد ہوا زرد

جوہر مرد عیاں ہوتا ہے بے منتِ غیر
غیر کے ہاتھ میں ہے جوہرِ عورت کی نمود

حواشی

۱۔ بانگ درا ص ۲۱۱
۲۔ ارمغان حجاز ص ۲۳۰
۳۔ ۱۸۔الکہف : ۳۰
۴۔ بال جبریل ص ۱۳۱
۵۔ بال جبریل ص ۴۲
۶۔ ۳۳۔الاحزاب ۲۱
۷۔ ۶۸۔القلم : ۴
۸۔ ۳۔العمران : ۱۰۹
۹۔ ۲۵۔الفرقان : ۶۳ تا ۶۸
۱۰۔ ۳۔آل عمران : ۱۳۹
۱۱۔ ۷۰۔المعارج : ۲۴ : ۲۵
۱۲۔ ۹۰۔البلد : ۱۷
۱۳۔ ۴۹۔الحجرات : ۱۳
۱۴۔ ۲۔البقرہ : ۱۳۸
۱۵ بن ابراہیم، ولادت ۷۶۸ھ مطابق ۱۳۶۶ء) وفات ۸۲۰ھ مطابق ۱۴۱۷ء
۱۶۔ (ایران میں مابعد الطبیعیات کا ارتقاء ص ۱۵۰
۱۷ بال جبریل ص ۱۳۲
۱۸۔ بال جبریل ص ۱۳۲
۱۹۔ بانگ درا ص ۳۰۹
۲۰۔ ایضاً
۲۱۔ تفہیم القرآن ج ۳ ص ۴۶۲
۲۲۔ بال جبریل ص ۱۰۴
۲۳ بال جبریل ص ۱۶
۲۴ بال جبریل ص ۸۲

۲۵۔ بالِ جبریل ص ۱۰۶
۲۶۔ بالِ جبریل ص ۲۰۱
۲۷۔ بالِ جبریل ص ۷۰
۲۸۔ بانگِ درا ص ۹۲-۲۹۱
۲۹۔ ۲۸۔ القصص : ۵۵
۳۰۔ ضربِ کلیم ص ۸۶
۳۱۔ ضربِ کلیم ص ۸۷
۳۲۔ ضربِ کلیم ص ۱۷۴
۳۳۔ ۹۶۔ العلق : ۶/۵
۳۴۔ جاوید نامہ ص ۷۸
۳۵۔ ۷۶۔ الدہر : ۲۶
۳۶۔ پس چہ باید کرد ص ۱۴-۱۳
۳۷۔ ۹۔ التوبہ : ۹۹
۳۸۔ ۱۴۔ ابراہیم : ۳۱
۳۹۔ ۲۰۔ طٰہٰ ۱۴
۴۰۔ ۲۔ البقرۃ : ۴۵
۴۱۔ سیرۃ النبیؐ ج۵ ص ۱۷۳ (سید سلیمان ندوی)

جلالِ کبریائیؑ در قیامش
جمالِ بندگی اندر سجودش ارمغانِ حجاز ص ۲۰۷

۴۲۔ بانگِ درا ص ۱۸۰
۴۳۔ ضربِ کلیم ص ۳۴
۴۴۔ اسرار و رموز ص ۱۴۱
۴۵۔ تشکیل جدید الٰہیاتِ اسلامیہ ص ۱۳۹
۴۶۔ بالِ جبریل ص ۷۷
۴۷۔ ارمغانِ حجاز ص ۲۲۹
۴۸۔ بانگِ درا ص ۲۲۴
۴۹۔ بانگِ درا ص ۲۲۶

اقبالیات

۵۰۔ بانگ درا ص ۲۲۷
۵۱۔ ۱۰ یونس : ۱۸
۵۲۔ ۳۱ لقمان : ۳۰
۵۳۔ ضربِ کلیم ص ۳۸
۵۴۔ ضربِ کلیم ص ۷۱
۵۵۔ ۹ ۔ التوبہ : ۲۸
۵۶۔ دائرہ معارف اسلامیہ جلد ۱۱ ص ۶۸۸
۵۷۔ اسرارِ خودی ص ۲۴
۵۸۔ اسرار و رموز ص ۱۸۲
۵۹۔ ایضاً ص ۱۸۳
۶۰۔ بالِ جبریل ص ۸۰
۶۱۔ ارمغانِ حجاز ص ۲۰۴
۶۲۔ ۹۰۔ البلد : ۱۷
۶۳۔ ۲۱۔ الانبیاء ص ۱۰۶
۶۴۔ بانگِ درا ص ۲۲۷
۶۵۔ ضربِ کلیم ص ۱۴
۶۶۔ ارمغانِ حجاز ص ۱۱۷
۶۷۔ ۶۵۔ الطلاق : ۱
۶۸۔ رموزِ بے خودی ص ۱۷۴
۶۹۔ رموزِ بے خودی ص ۱۷۸
۷۰۔ ایضاً ص ۱۸۰
۷۱۔ ضربِ کلیم
۷۲۔ ۲۴ النور : ۲۳
۷۳۔ ۲۴ النور : ۳۰
۷۴۔ ارمغانِ حجاز ص ۱۳۰
۷۵۔ ارمغانِ حجاز ص ۱۳۰
۷۶۔ ۴۔ النساء : ۳۴
۷۷۔ ضربِ کلیم ص ۹۴